سوال

(66)جمعہ کے دن غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

جمعہ کے دن غسل کا کیا حکم ہے؟ (فتاویٰ الامارات: 37)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس مسئلہ میں دو طرح کی حدیثیں ہیں۔ایک تو وہ کہ جن سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔دوسری احادیث جن سے صرف فضیلت ثابت ہوتی ہے۔بسا اوقات وہ وجوب کی نفی بھی کررہی ہوتی ہے۔جس احادیث سے وجوب ثابت ہوتا ہے اس طرح کی بہت ساری احادیث ہیں۔مثلاً:

"غُسلُ یَومِ الجُمعَةِ وَاجِبٌ عَلَی کُلِّ مُحتَلِمٍ"

''کہ جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔''

"مَن اَتَی الجُمُعَةَ فَلیَغتَسِل"

"جو شخص جمعہ کی نماز کے لیے آئے وہ غسل کرے۔"

"حَقٌّ عَلَی کُلِّ مُسلِمٍ اَن یَغتَسِلَ فِی کُلِّ سَبعَةِ اَیَّامٍ"

''ہر مسلمان پر لازم ہے کہ سات دن میں ایک بار غسل کرے۔''

وہ احادیث کہ جن سے افضلیت ثابت ہوتی ہے۔یہ ہیں۔ایک معروف حدیث کہ جو سنن اور مسانید میں ہے۔

"مَن تَوَضَّاَ یَومَ الجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعمَت وَمَنِ اغتَسَلَ فَالغُسلُ اَفضَلُ"

جو شخص جمعہ کے دن وضو کرے تو یہ کافی ہے۔اچھا ہے لیکن جو غسل کرے تو غسل افضل ہے۔

توبعض علماء "فَالغُسُل أَفضَلُ" سے استدلال کرتے ہیں کہ غسل واجب ہے۔ جبکہ حقیقت میں حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ غسل کا جمعہ کے دن افضل ہونا یہ صادق آتا ہے مستحب یہ بھی۔ سنت موکدہ یہ بھی اورواجب پر بھی یہ سب کے سب " وَمَنِ اغتَسَلَ فَالغُسُل أَفضَلُ " کے تحت داخل ہیں بلکہ یہ افضلیت اورزیادہ پختہ اورثابت ہوگی کہ جب ہم غسل جمعہ کے وجوب کا کہیں گے کہ جس طرح اگرہم اس غسل کے سنیت کا فتویٰ دیں گے توافضلیت زیادہ ثابت ہوگی اس کے مقابلہ میں کہ اگراستحباب کا کہا جائے۔ توکہنا بھی ممکن ہے کہ افضلیت کا حکم تاکیدی حکم آنے سے پہلے کا ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کی جوزندگی تھی اس میں کام مشقت والے زیادہ تھے۔ آج کل کی طرح کی سہولت ان کویسر نہ تھیں۔ اتنا وافر مقدار میں پانی بھی نہ تھا کہ جس کے ذریعہ وہ اپنی نظافت اور صفائی برقرار رکھ سکتے۔ اس لیے ان کووجوب کا حکم دیا گیا۔ اس لیے بعض احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوئے توآپ کو بو محسوس ہوئی توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کاش کہ تم جمعہ کے دن غسل کرلیا کرو۔ "تویہ گویا وجوب کا تمہیدی حکم ہے۔ پھراس کے بعد دوسری حدیثیں آئیں کہ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا حکم دیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یہی بات سمجھ میں آئی کہ جب وہ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ کہ اس دوران حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے توحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خطبہ کاٹ کرحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیٹ آنے کا سبب پوچھا توانہوں نے کہا کہ میں نے اذان سنی اور فوراً وضوکرکے مسجد میں آگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے صرف وضوجبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

"مَن أَتَی الجُمُعَۃَ فَلیَغتَسِلْ "

''جوشخص جمعہ کی نماز کےلیے آئے وہ غسل کرے۔''

اس طرح سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام لوگوں کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پراس کا انکار کرنا یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسل جمعہ فضیلت والے اعمال میں سے ہے کہ جن کے چھوڑنے پرگناہ نہیں ہوتا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس قصہ میں اس طرح کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پہلے اس جمعہ کے دن میں کبھی بھی غسل نہیں کیا۔ یہ بات صحیح ہے لیکن دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوجواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جیسے ہی میں نے اذان سنی وضوکیا۔ بلاشبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل نہیں کیا۔ لیکن اس میں دونوں جماعتوں میں سے کسی کے حق میں دلیل نہیں ملتی۔ یعنی وہ وجوب غسل کے قائل ہیں اور جوافضلیت کے قائل ہیں۔ لیکن واضح دلیل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار میں ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوپرانہوں نے انکار کیا۔

ایک فقہی نکتہ

جن تین حدیثوں سے وجوب غسل ثابت ہورہا ہے وہ تینوں صحیح بخاری ومسلم کی حدیثیں ہیں جبکہ جن احادیث سے جمعہ کے دن کے غسل کی افضلیت ثابت ہورہی ہے، ان میں سے کسی کی سند بھی صحیح نہیں ہے۔ تمام طرق ملانے کے بعد ضعیف سے صحیح کے درجہ کو پہنچی ہے۔

فقہی فائدہ

جب ایک چیز کی دلیل آئے اوروہ اس کے جواز پر دلالت کرے۔ دوسری دلیل اس معاملہ کے استحباب پر دلالت کرے۔ توپھر صرف جواز کے حکم کو نہیں لیا جائے گا بلکہ ہم اس کے ساتھ استحباب کا حکم بھی ساتھ ملائیں گے کیونکہ استحباب جواز کے منافی نہیں ہے۔

دوسری مثال

جب ایک حدیث میں ایک چیز مباح ہو۔ دوسری حدیث میں اس کے حرمت کا حکم آئے اور ہمیں تاریخ معلوم نہ ہو کہ ہم ایک نص کو مقدم کریں اور دوسری کو موخر کریں۔

قاعدہ

جب ایک ممنوع چیز اور ایک مباح آپس میں ایک دوسرے کے معارض ہوں تو ممنوع کو مباح پر مقدم کریں گے۔ جس طرح کہ ایک ضعیف سند والی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِإنَّ اللهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا ، وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا ، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا ، وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ رَحْمَةً لَكُمْ ، فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا"

''بے شک اللہ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں تم ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں اور کچھ سے خاموش رہا تم پر رحمت کرتے ہوئے تو تم ان کے بارے میں مت پوچھو۔''

شروع اسلام میں جن احکام کے بیان سے خاموشی اختیار کی گئی تو ان کے بارے میں آج بھی اسلام خاموش ہے۔ یعنی حلال و حرام ہونے کے لحاظ سے مثلاً جیسے شراب ہے اور دوسری چیزیں کہ جب ان کو حرام کرنے والی نصوص آئیں تو علماء نے بھی ان پر بنا کی۔

اگر ہم اسی قاعدہ کو جمعہ کے دن کے غسل پر لگائیں تو ہمیں یہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں کہ شروع اسلام میں غسل کے حکم کے بارے میں بعض احادیث میں "لوا غتسلتم یوم الجمعة" اور بعض میں " وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ " کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفائی اور طہارت پر ابھارنے والی بات ہے۔ پھر اس کے بعد دوسری احادیث آئیں کہ جن میں ہے "فلیغتسل "حق واجب" ان الفاظ کے ساتھ ایک زائد چیز ثابت ہونے لگی۔ حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے "نخبتہ الفکر" کے نام سے اس میں لکھتے ہیں کہ حدیث مقبول کی دو قسمیں ہیں "حسن اور صحیح "جب یہ دونوں طرح کی حدیثیں ایک دوسرے کے مخالف آئیں تو ہم ان چند ایک چیزوں کا پیچھا کریں گے۔ پہلے ہم اس طرح کی دو حدیثوں کے درمیان تطبیق دیں گے۔ تطبیق تمام صورتوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ دو متعارض حدیثوں کے درمیان تطبیق کی شکلیں سو سے زائد ہیں۔ "دوسرا" کہ جمع کی جب کوئی شکل ممکن ہو تو پھر ناسخ اور منسوخ کا اعتبار کیا جائے گا۔ "تیسرا" جب بحث کرنے والے بندے کے لیے ناسخ اور منسوخ واضح نہ ہو تو ثبوت کے لحاظ ترجیح دی جائے گی۔

مثلاً: اگر ایک صحیح اور ایک حسن حدیث ایک دوسرے کے مخالف ہو تطبیق ممکن نہ ہو۔ ناسخ و منسوخ کا پتہ نہ چل سکے تو پھر حدیث صحیح کو حسن پر ترجیح دیں گے اور جب ایک حدیث صحیح ہو لیکن غریب ہو جبکہ دوسری حدیث صحیح مشہور ہو تو حدیث صحیح مشہور کو صحیح غریب پر ترجیح دیں گے۔ "چوتھی" جب صحت کے لحاظ سے دونوں حدیثیں برابر درجہ کی ہوں تو اور تطبیق ممکن نہ ہو تو اس میں توقف اختیار کیا جائے گا۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ البانیہ

طہارت کے مسائل صفحہ: 160

محدث فتویٰ